قانونِ اسلامی میں امیر وقت کے بنیادی اور امتیازی صفات کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of the Basic and Distinguishing Characteristics of Amir e Waqt in Islamic Law

Altafur Rehman
Phd Scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi
Email: altafakhon1@gmail.com
Hussain Ahmad
Research Scholar, Department of Qurah o Sunnah University of Karachi
Email: Hussainsaif3030@gmail.com
Shahid ur Rahman
Research Scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi
Email: Shahidhafiz663@gmail.com

Abstract

The integrity and survival of the Islamic state depends on economic stability, and the restoration of peace and order. For the improvement of the economy and the restoration of peace and order, the "head of the institution" who is the emir of the state in terms of constitution and constitution, many It is important to have basic qualities and have high morals and character. Even in the prevailing systems of the world, the person who is entrusted with the position is the owner of some important attributes. Likewise, the Sharia system also requires that the person holding the position has many attributes. The basis of the new administrative system is to have the important and distinctive qualities of the person holding the office of the Emir of Time: (1) To fulfill the assigned responsibilities with complete organization. (2) In all the political affairs of the state. Demonstrating honesty and patriotism in national affairs. (3) Signing political, military and economic decrees to meet the requirements of the time of the "Islamic Ummah" and society in the light of the Qur'an and Hadith. Eliminating greed, greed for material gains and severe lack of sincerity. In addition to this, it is unfortunate that the West raised the question of the comprehensiveness of Islam and boldly objected that none of the texts of the Qur'an and the Sunnah indicate the justification of the attributes of the ruler of time and ruler. After critically evaluating the doubt, various aspects of the ruler of time such as: attributes, ranks, and principles are described and the results are mentioned at the end.

Keywords: Basic attributes caliph, code of life, Amir e Waqt, Islamic law

اسلامی ریاست کی سالمیت اور بقاء کا دارومدار معاشی استحکام، اور امن و امان کی بحالی پر موقوف ہے۔ معیشت کی بہتری اور امن وامان کی بحالی کے لیے "ادارے کا سربراہ" جو دستوری اور آئینی لحاظ سے مملکت کا امیر ہوتا ہے، کئی بنیادی اوصاف سے متصف اور اعلی اخلاق و کردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔

دنیا کے مروّجہ نظاموں میں بھی جس شخص کو عہدہ سپرد کیا جاتا ہے وہ چند اہم صفات کا مالک ہوتا ہے۔ اسی طرح شرعی نظام بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ منصب وعہدہ پر فائز شخص کئی اوصاف کا حامل ہو۔ نئے اداری نظام کی بنیاد پھر امیر وقت کے منصب وعہدہ پر فائز شخص کے اہم اور امتیازی صفات کا حامل ہونے کا مقصد: (۱) تفویض کی گئی ذمہ داریوں کو مکمل اہتمام کے ساتھ پورا کرنا۔ (۲) ریاست کے تمام سیاسی امور میں دیانت داری اور ملکی امور میں حبّ الوطنی کا مظاہرہ کرنا۔ (۳) سیاسی، عسکری اور اقتصادی احکام پر دستخط کرتے ہوئے "اسلامی امت" اور سوسائٹی کے وقت کے تقاضوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پورا کرنا (۴) جاہ ومنصب کی طمع، مادی فوائد کی لالچ اور اخلاص کے شدید کمی کو ختم کرنا۔

اس کے علاوہ شومئ قسمت کہ مغرب نے اسلام کی جامعیت پر سوال اٹھاتے ہوئے بڑی دیدہ دلیری کیساتھ یہ اعتراض کیا کہ قرآن وسنت کے نصوص میں سے کوئی ایک نص بھی امیرِ وقت اور حاکم کے اوصاف کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ ان کا یہ اعتراض سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے لہذا مذکورہ آرٹیکل میں اس شبہے کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد حاکمِ وقت کے مختلف پہلوؤں مثلاً: اوصاف، مراتب، اوراصول بیان کرکے آخر میں نتائج ذکر کئے گئے ہیں۔

سربراہ کی بنیادی اور امتیازی صفات:

اسلامی ادارے کے ذمے اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا، ان کو ترقی اور تحفظ دینا ہے اس لیے ضروری ہے کہ سربراہ مندرجہ ذیل صفات سے موصوف ہو اور اس کے متقابل صفات سے پرہیز کرے۔ اس کی تفصیل ذیل میں ترتیب کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

اخلاق وعادات کی درستگی کرنا:

اسلامی ریاست کے امیر سب سے پہلے اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کو لازم پکڑے۔ چنانچہ اس حوالے سے امام ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ: " فحق علیٰ ذی الامرة والسلطان: ان یهتم بمراعاة و اِصلاح شیمه، لانها آله سلطانه، واَس اِمرته "[1] امیر اور بادشاہ پر لازم ہے کہ اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کا اہتمام کرے، کیونکہ ان

کے اخلاق وعادات ان کے غلبے کا ذریعہ اور ان کی حکومت کے لئے بنیاد ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ ”یجب ان یکون الملک متصفا باالاخلاق المرضیة،والا کان کالّاً علی المدی“[2] لازم ہے کہ مسلمانوں کا امیر اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ فاضلہ سے متصف ہو۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ”امیر“ مسلمانوں پر بوجھ بنے گا۔ علامہ شیر زیؒ فرماتے ہیں کہ ”ینبغی للملک المنتصف لتدبیرالرعیة،ان یتصف باوصاف الکریمه،و یتلبس بها، ویجعلها لها خُلقاً مطبوعاً، ولایهمل منهاوصفاًواحداً،إذبهاقوام دولته،ودوامممملکته“[3] وہ حاکم جو اپنی رعایا کی خدمت پر مامور ہو اس کے لئے مناسب ہے کہ نیک صفات کا حامل ہو نیک اخلاق کو اپنی فطرت بنائے۔ اور ان صفات میں سے ایک کو بھی جانے نہ دے، کیونکہ ان صفات کی بدولت بادشاہی قوت کو رسوخ اور اس کی حکومت کو دوام ملتا ہے۔

دین کا اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا:

امیر خود مسلمان ہو اور مسلمانوں کا خیر خواہ بھی ہو۔ کیونکہ کافر کو مسلمانوں اور اسلام کی کوئی راہنمائی سپرد کرنا ہرگز جائز نہیں ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :ولن یجعل الله للکافرین علی المومنین سبیلاً[4]۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایبان یسلطوا علیها فی الدنیا[5] جب دنیا میں کفار مسلمانوں پر مسلط ہوں تو ایسی صورت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انا لا نستعین بمشرک[6] ہم کفار سے مدد نہیں مانگتے۔ علامہ دمیجیؒ رقمطراز ہیں کہ ”جمع المسلمون علیٰ عدمِ جواز تولیة الکفار تدبیر امور المسلمین وانه لا ولایة لکافر علیٰ مسلم،وقد حکیٰ هذا الاجماع کثیر من اهل العلم منهم ابن المنذرحیث قال: اجمع کل مَن یحفظ عنه اهل العلم ان الکافر لاولایة علیٰ مسلم بحال“[7] تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ کفار کو مسلمانوں کے مسائل و تدابیر سپرد نہ کئے جائیں۔ اور کافر کے لئے مسلمانوں پر کوئی ولایت نہیں اس اجماع کو بہت سے اہل علم نے نقل کیا ہے ان میں سے ابن المنذر بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کہ (جن پر اعتماد کیا جاتا ہے) کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر کو مسلمان پر کسی بھی حال میں کسی قسم کی کوئی ولایت نہیں ہے۔

اخلاصِ کامل ہونا:

ہر عمل کے لئے اخلاص کا ہونا بنیادی شرط ہے۔ اور ریاست کے امیر کے لئے اخلاص کا ہونا بہت زیادہ ضروری ہے تاکہ اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ اپنی قوم کی پوری خدمت کر سکے۔ علامہ قلعیؒ لکھتے ہیں کہ ”من مکنه الله فی ارضه وبلاده،وائتمنه فی خلقه و عباده،وبسط یده و سلطانه،ورفع محله و مکانه فحقیق علیه: ان

یودی الامانة،و یخلص الدیانة و یجمل السیرة ویحسن السریرة و یجعل العدل دابة المعھود ،والاجر غرضه المقصود"۔(8) جسے حق تعالیٰ نے اپنے وطن اور شہر میں قدرت و طاقت دی ہو، اور اپنی مخلوق اور بندوں پر امین بنایا ہو، اس کی قدرت اور اختیار کو بڑھایا ہو اور اس کا مرتبہ اور مقام بلند کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ حق تعالیٰ اور مخلوق کی امانت ادا کرے، اپنی دیانت خالص کرے، اپنے اخلاق کو مزین اور اپنے باطن کو صاف کرے، عدل کو اپنا معمول بنائے اور اجر و ثواب کو اپنی اصلی غرض سمجھے۔

تقویٰ اور شریعت کی مکمل پابندی کرنا:

ریاست کے سربراہ کو تقویٰ کی صفت سے متصف ہونا چاہیے کیونکہ یہی تمام نیک اعمال کا مدار اور اساس ہے۔ امام ابو حامدؒ فرماتے ہیں "ایثار طاعة الله،والانتھاء عن معصیته" تقوی حق تعالیٰ کی تابعداری کو ترجیح دینے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے۔ امام یوسفؒ نے امیر وقت کے لئے وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لیس یثبت البنیان اِذا اسس علیٰ غیر التقویٰ ان یاتیه الله من القواعد فیھدمه علیٰ من بناہ واعان علی" حکومت کی وہ عمارت کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر مبنی نہ ہو، وہ باقی نہیں رہ سکتی بلکہ حق تعالیٰ اس عمارت کو انھی لوگوں پر گرائیں گے کہ جنھوں نے اسے بنایا ہے۔ امام الحرمین علامہ جوینیؒ فرماتے ہیں کہ:" فاما التقویٰ والورع فلا بد منھما اِذ لا یوثق بفاسق فی الشھادة علیٰ فلس فکیف یولی امور المسلمین کا والاب الفاسق مع فرط حدبه و اشفاقه علیٰ ولدہ لا یعتمد علیٰ مال ولدہ،فکیف یوتمن فی الامامة العظمیٰ فاسق لا یتقی الله، ومن لم یقاوم عقله ھواہ و نفسه الامارة بالسوء ولم ینھض رایه بسیاسة نفسه فانی یصلح خطة الاسلام "تقویٰ کی اہمیت کے بارے میں علامہ ابن حبان بستیؒ نے تحریر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ ریاست جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو، وہ ریاست حقیقت میں رذالت اور کمینگی ہے، حقیقی ریاست نہیں ہے اور منصب پر اس حال میں بیٹھنا کہ اس کے ساتھ تقویٰ نہ ہو، یہ ایسا ہے جیسے کوئی کوڑا خانے کے اوپر بیٹھ جائے۔ علامہ ابنِ طقطقیؒ نے ریاست کے امیر کے لئے تقویٰ کو بنیادی شرط قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:"تقویٰ کی صفت تمام نیک کاموں کے لئے اصل اور اساس ہے اور ہر خیر و برکت کی چابی ہے کیونکہ امیر (حاکم) جب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی مخلوق سے امن میں رہتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تقویٰ حرام چیزوں سے بچنے سے حاصل ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے"۔

احکاماتِ خداوندی کی مکمل پاسداری کرنا:

اسلامی ریاست کے امیر مسلمانوں کے دینی اور سیاسی دونوں میدانوں میں رہبری کرے تاکہ احکاماتِ

خداوندی میں ایک نمونہ اور بے مثال رہبر بن سکے۔اس حوالے سے حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ " من هدم دينه كان لمجده اهدم ،ومن ظلم نفسه كان لغيره و اظلم"جو شخص اپنے دین کو گرادے وہ اپنی عزت اور شرافت کا کبھی خیال نہیں رکھے گا، اور جو شخص اپنی جان پر ظلم کرے وہ کبھی بھی دوسرے لوگوں پر رحم نہیں کرے گا۔ امام ماوردیؒ نے لکھاہے کہ" ینبغی للملک ان یا نف من ای یکون فی رعیته من هو افضل دیناً منه،کما یانف ان یکون فی رعیته من هو انفذ امراً منه "بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیانتداری اور دین داری کے اعتبار سے اپنی رعیت سے بڑھا ہوا ہو اور اس بات کا موقع کسی کو نہ دے کہ کوئی اس سے دیانتداری میں آگے بڑھ جائے جس طرح کہ یہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی رعیت میں کوئی ایسا شخص ہو کہ لوگ اس کی بات بادشاہ کے حکم سے زیادہ مانیں۔امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں:الملک خلیفة الله فی ارضه،ولن یستقیم امر خلافته مع مخالفته،الملک بالدین یبقیٰ،والدین بالملک بتقویٰ بادشاہ(امیر) زمین میں حق تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور اس کی خلافت کا معاملہ اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک وہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے، حکومت دین کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور دین حکومت کے ذریعہ سے محفوظ اور مضبوط ہوتا ہے۔

اپنی رعیت کے لئے اتباع کا بہترین نمونہ بننا:

امیر ریاست ہر نیک عمل میں سبقت کرنے والا ہو، ہر نیک خصلت میں پیشوا ہو، مروت کے لئے نقصان دہ چیزوں سے پاک ہو، کیونکہ جو چیزیں عدالت کے لئے نقصان دہ ہوں، رعیت کی درستگی بڑی حد تک امراء کی درستگی کے ساتھ مربوط ہے اور لوگ عموماً اپنے بادشاہوں اور حاکموں کے دین پر ہوتے ہیں، جس کی دلیل قیس بن حازمؒ کی وہ روایت ہے جس کو امام بخاریؒ نے نقل کی ہے۔"احمس قبیلے کی ایک عورت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھا کہ جاہلیت کے بعد حق تعالیٰ نے ہمیں جس دین اور عادلانہ نظام سے نوازا ہے ہم کب تک اس نظام پر باقی رہیں گے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: جب تک تمھارے سردار اور ائمہ اس دین پر استقامت اختیار کریں، اس نے پھر پوچھا: ہمارے سردار اور حاکم کون ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: کیا تمھاری قوم میں ایسے سربراہ اور بڑے لوگ ہیں، جو لوگوں کو حکم کرتے ہیں، اور لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟ اس عورت نے کہا: کیوں نہیں ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: یہی لوگ سردار اور حاکم ہیں۔حافظ ابنِ حجر نے اس حدیث کی تشریح میں لکھاہے کہ "ما بقاونا على هذا الامر الصالح اى دين الاسلام وماشتمل عليه من العدل و اجتماع الكلمة ونصر المظلوم ووضع كل شيى فى محله -قوله:مااستقامت بكم ائمتكم اى لان الناس علىٰدين ملوكهم،فمن حاد

من الائمه عن الحال مالَ ومالَ "ہماری بقاء کب تک اس نیک کام پر ہو گی یہان نیک کام سے مراد دین اور اسلام اور وہ چیزیں ہیں کہ جن پر دین مشتمل ہے یعنی عدل، اتفاق، مظلوم کی امداد اور ہر چیز کو اپنے محل پر رکھنا، حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول کہ جب تک تمھارے ائمہ درست ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقوں پر چلتے ہیں، تو جو سردار اپنے صحیح حال سے پھر جائے، تو خود بھی درستگی سے پھرے گا اور دوسروں کو بھی پھیرے گا، حاکم کی مثال تو بازار کی سی ہے کہ جس چیز کی اس میں بکری اور مانگ ہو، وہی اس کے لئے لائی جائی گی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے حضرت وہب بن کیسانؒ کو لکھا تھا کہ۔"انما الامام كالسوق ما نفق فيها حُمل اليها،ان نفق الحق عنده حُمل اليه وجاءه اهل الحق،وان نفق الباطل عنده جاءه اهل الباطل و نفق عنده"ریاست کے امیر کی مثال بازار کی طرح ہے کہ اس کی طرف وہی چیز لائی جائے گی جس کی اس بازار میں خرید وفروخت ہو گی، جہاں حاکم لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہو، وہاں لوگ بھی حاکم کے ساتھ حق لے کر آئیں گے، اور اہلِ حق لوگ اس کے پاس آئیں گے، اور حاکم لوگوں کے ساتھ باطل معاملہ کرے گا تو اہلِ باطل لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے ساتھ باطل ہی ملے گا۔ عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ"فان نفق فيه الصدق والبر والعدل والامانة،جلب اليه ذلک،وان نفق فيه الكذب والفجور والجور والخيانة،جلب اليه ذلک"اگر بازار میں سچ، نیکی، عدل اور امانت کی مانگ ہو تو اسی کو لایا جائے گا اور اگر اس میں جھوٹ، بد عملی، ظلم اور خیانت خرچ کی بکری ہو تو اس کو اس میں لایا جائے گا یعنی اس نے جیسا معاملہ اختیار کیا، رعیت بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گی۔ اچھی حکومت کرنا اور ادارے کے امور پر مکمل قدرت اور کنٹرول رکھنا ریاست کے منصب کی اہلیت کا مدار ایک شخص کی قدرت اور مذکورہ منصب کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے پر ہے بلکہ یہ اسلامی حکومت کی امارت کے منصب کو حاصل کرنے کے لئے بنیادی شرط ہے۔ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ"ايهاالناس ان احق الناس بهذا الامر اقوام هم واعلم هم بامر الله فان شغب شاغب استعتب وان ابىٰ قوتل"اے لوگو! ولایت اور امارت کے منصب کا حقدار وہ شخص ہے جو اس کے منصب کے حق کو اچھی طرح ادا کر سکے اور اس منصب کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور دوسروں کی بنسبت احکامِ الٰہی پر زیادہ باخبر ہو کہ اگر کہیں کوئی شخص امارت کے اوامر سے بغاوت کرے یا شرارت پھیلائے تو اس کو سزا دے اور اگر سزا کے باوجود باز نہ آئے تو اس کے ساتھ جنگ کی جائے۔ اسلام کی نظر میں حاکم کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ حاکم اپنی رعیت کی قیادت کے کام احسن طریقے سے سنبھال سکے اور قیادت کی پوری اہلیت اور کفایت اس میں موجود ہو۔ اس لئے حاکم اسی صفت کے ساتھ مسلمانوں کی منتشر اور پراگندہ قوت کو جمع کر سکتا ہے اور ان کو متفق اور

متحد رکھ سکتا ہے اور کمال اور ترقی کے راستے پر ان کی رہبری کر سکتا ہے اور دوسری ملتوں اور اقوام سے ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں سب سے آگے لے جاسکتا ہے۔اور مسلمان اس کے دور میں دنیا کی دوسری اقوام سے تہذیبی، اجتماعی اور تمدنی اعتبار سے بڑھی ہوئی ہو۔اچھی ولایت کو آجکل کے سیاسی ماہرین عقلی پختگی اور سیاسی بلوغ اور فہم کے نام سے یاد رکھتے ہیں۔

سیاسی سمجھ میں امتیازی شان رکھنا:

اسلامی امت اور معاشرہ ایک بہترین ذی فہم اور مسلکی قیادت رکھنے والا ہو۔چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ" یاتی علی الناس زمان لا یقرب فیه الا الماحل(ای الساعی فی الناس باوشایة) ولا یظرف فیه الا الفاجر فعند ذلک یکون السلطان بمشورة النساء وإمارة الصبیان"لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ بادشاہ کے قریب صرف وہ شخص ہو گا جو بادشاہ کے لئے لوگوں کی شیطانی اور جاسوسی کرے گا اور اس کے عقلمند اور چوکنے لوگ فاجر اور فاسق ہونگے اور اس وقت میں بادشاہی عورتوں کے مشورے سے چلے گی اور ناسمجھ لوگ اس کے آمر ہونگے (یعنی جاہل اس کے سربراہ ہونگے۔

مرد ہونا: مرد ہونے کو اسلام یں ان بنیادی شرائط میں شمار کیا جاتا ہے جو ایک شخص میں لازمی طور پر موجود ہونی چاہیے، جس کی بنیاد پر اس شخص کو ادارے کے قیادت کے قابل سمجھا جائے گا۔قرآن کریم کی آیت ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَ هم عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ مرد عورتوں کے نگراں ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے بخاری شریف کی حدیث ہے: لن یفلح قوم ولو امرهم امرة بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ" ما رایت من ناقصات عقل و دین اذهب للب الرجل الحازم من احداکن"ایک زیرک انسان کی عقل کو ختم کرنے والی،اس چیز سے جو عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص اور کم ہو، میں نے تم (عورتوں) سے زیادہ کوئی اور چیز نہیں دیکھی۔

عدل و انصاف کا اہتمام کرنا:

مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ:"حضرت داود علیہ السلام کو خلیفہ ہونے کے حوالے سے حق کا فیصلہ کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اُس سے واضح فرمادیا گیا ہے کہ خلافت کے بنیادی مقاصد اور اُس کے فرائضِ منصبی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اپنے عوام کے ساتھ حق و انصاف کا معاملہ کرے۔اس حق و انصاف کا معاملہ کرنے میں عدالتی انصاف بھی داخل ہے،اور انتظامی احکام کا حق و انصاف پر مبنی ہونا بھی داخل ہے۔

قدرت کے باوجود معاف کرنا:

ادارے کے سربراہ میں " عفو "کی صفت ضروری ہے۔امام قلعیؒ فرماتے ہیں :" أن الحلم محمود فی محله،والعفو مستحسن اِذا استعمل مع اهله۔قال الله تعالیٰ:وان تعفوا اقرب للتقویٰ"حقیقت میں حلم اپنی جگہ محمود ہے اور اہل شخص کو معافی دینا اچھا کام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:اور تمہارا معاف کر دینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین"اور غصہ کو ضبط کرنے والے،اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے: واِذا ما غضبواهم یغفرون اورجب غصہ آئے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی بہت سے قولی اور عملی احادیث سے عفو درگزر کی اہمیت اور فائدے ثابت ہوتے ہیں۔"احسنوا اِذا ولیتم،وعفواعماملکتم"جب تمھیں کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو احسان کرو اور ہر اس چیز سے درگزر کرو کہ جس کے تم مالک بن گئے ہو۔اسی طرح حدیث قدسی ہے:"ان نبی الله موسیٰ علیه السلام قال: یا رب! ایّ عبادک أعز علیک؟ قال: الذی اِذا قدر عفا"میں تمھارے ہاں لوگوں میں سے بہترین شخص کے پاس آیا ہوں۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"عفو الملوک أبقیٰ للملک"بادشاہ کا درگزر کرنا ملک کی بقا کے لئے بہت اہم ہے۔عفو درگزر خلفائے راشدین کی نظر میں خلفائے راشدینؓ کے اقوال اور تعامل سے عفو کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"افضل العفو عند القدرة"بہترین درگزر یہ ہے کہ انسان قدرت کے باوجود انتقام نہ لے۔"احلم الناس من عفی بعد القدرة"تم میں سب سے زیادہ بردبار اور حلیم وہ شخص ہے جو قدرت کے باوجود عفو درگزر کرے۔رعیت کے حالات سے باخبر رہنا:ادارے کے سربراہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو رعایا کی حالت سے باخبر رکھے۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ آیت:"وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الهدهد اَم کان من الغائبین"کے ذیل میں لکھتے ہیں:"قلت: ودلّت آلایة علی مسلة سیاسة،وهی أن مِن آداب السلطان والأمیر ونحوهما مما تعلقت به رعایة قومه و سیاسته:أن یتفقد رعایه و أصحابه لیعرف حال کل أحد فیعوده اِذا مرض و یعینه اِذا استعان ولا سیما الضعفاء مهم کما من سلیمان علیه السلام حیث نظر الی الهد هد وهو من ضعاف الطیر،وکان من شمائل النبی ﷺ أنه کان یتفقد أصحابه کما أخرجه الترمذی فی الشمائل-وکان من سنن الفاروق الاعظم: تفقد الرعایا بالیل وهو معروف فی سیره"میں کہتا ہوں کہ مذکورہ آیت ایک سیاسی مسلہ پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یہ بادشاہ،امیر اور ان جیسے لوگ،جو قوم کی حفاظت اور سیاست کی ذمہ داری رکھتے ہیں،ان کے لئے

ضروری ہے کہ اپنی رعیت اور ساتھیوں میں موجود غائب اشخاص کت متعلق معلومات حاصل کریں تاکہ تمام لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں، مریض کی بیمار پرسی کریں، کوئی امداد کا محتاج ہو تو اس کی مدد کریں اور پھر خصوصاً ضعیف لوگوں کے متعلق پوچھنا اور ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندون میں ضعیف پرندے ہدہد کے متعلق پوچھا۔ اس طرح امام ترمذی کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت اور طریقہ یہ تھا کہ اپنے حاضرین و غائبین کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ بھی تھا کہ رات کے وقت اپنی رعیت کے حالات معلوم کر لیتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ "یجب علی الملک أن یسال کل یوم مافیهم من الاخبار،ویعلم ما وقع من الاصلاح و ضده" مسلمانوں کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ روز کی خبروں کے بارے میں پوچھے اور اس دن کی اصلاح اور فساد کے بارے میں مناسب فیصلہ صادر کرے۔

رعیت کے مسائل معلوم کر کے ان کو حل کرنا:

ادارے کے سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی علمی اور عملی ضروریات معلوم کرے، اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ عبد اللہ مالقیؒ فرماتے ہیں کہ " لیفقد الملک فیما یتفقه من أمور رعیته حاجة الأحرار والاخیار منهم،فلیعمل فی سدّها وطغیان السفلة منهم،فلیقنع،ولیحذر من الکریم الجائع واللئیم الشعبان،فانما یصول الکریم اِذا جاع،واللئیم اذا شبع" بادشاہِ وقت کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی رعایا کے امور پر غور کرے، صالح لوگوں کی ضروریات معلوم کر کے ان کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور بد معاش اور سرکش لوگوں کی سرکشی معلوم کر کے اس کا خاتمہ کرے۔ بادشاہ وقت پر لازم ہے کہ وہ ایسے شریفوں سے ڈرے جو حاجتمند اور بھوکے ہوں اور ایسے سرکشوں سے جو حاجتمند نہ ہوں، کیونکہ شریف حالتِ مجبوری میں اور سرکش سیر ہو کر حملہ کرتا ہے۔ نوشیروان نے اپنے حاکموں کو لکھا: "تفقدوا أمور الرعیة،فسدوا فاقة أحرارها،وامنعوا بطر أشرارها،فانما یصول الکریم اِذا جاع،واللئیم اِذا شبع" اپنی رعیت کے کاموں میں غور و فکر کرو شریف لوگوں کی ضروریات پوری کرو اور شریر لوگوں کی سرکشی کو روک دو، کیونکہ شریف اور سخی انسان جب بھوک محسوس کرے تو وہ حملہ کرتا ہے اور رزیل انسان سیر ہو جانے کی صورت میں حملہ کرتا ہے۔

رعیت اور ماتحت حکام کے ساتھ شفقت کرنا:

ادارے کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ ماتحت حاکموں کے ساتھ بچوں جیسا پیار کا برتاؤ کرے اور ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرے۔ ان کی ضروریات پوری کرے، اور ان کی اصلاح کا بندوبست بھی کیا کرے ان کے ساتھ

درگزر سے پیش آئے۔ان کو سزا کے ساتھ جزا بھی دے۔جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو یمن کے عوام کے بارے میں ان کو ایک تعلیمی خط دیا جس میں ارشاد تھا:''أن یکون لھم أباً رحیماً یتفقد صلاح أموئھم یجزی المحسن باحسانه و یأخذ علی ید المسیء بالمعروف،وانی لم أبعث علیکم معاذا ربّاً وانما بعثته أخاً ومعلماً و منفذاً لامر اللہ تعالیٰ و معطیاً الذی علیه من الحق مما فعل''معاذ بن جبلؓ یمن کے عوام کے لئے مہربان باپ جیسے رہیں گے لوگوں کے کاموں کی اصلاح میں غور کریں گے اور نیک لوگوں کو نیکی کرنے کا اچھا معاوضہ دیں گے اور میں نے تمھارے لئے معاذؓ کو رب کی حیثیت سے نہیں بھیجا بلکہ میں نے اس کو بھائی اور معلم کی حیثیت سے بھیجا ہے اور وہ تم پر اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کریں گے اور آپ کو اپنا حقوق دیں گے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد:جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو شام کی طرف بھیجا تو اُن کو دیگر نصائح کے ساتھ یہ بات بھی بیان فرمائی تھی کہ:''کن والداً لمن معک''تم اپنے ساتھیوں کے لئے باپ جیسے رہو۔حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنے ماتحت حاکم حضرت مالک بن اشترؒ کو مندرجہ ذیلارشاد فرمایا:''ثم لتفقد من أمورھم ما یتفقد الوالدان من ولدھما''تم اپنی رعایا کے ایسے تلاش جس طرح والدین اپنے بچوں کے بارے میں کرتے ہیں۔

مقرر کردہ حکام کی حمایت اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا:

ادارے کے سربراہ کے لئے لازم ہے کہ وہ مقرر کردہ عاملوں کی مناسب حمایت کرے اور ان کے حقوق کا خیال رکھے۔علامہ گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ''مما ینبغی أن یشعربه الؤظف العام لیمکن من أداء و ظیفته،ھؤ استقراره،وحمایته،وحفظ حقوقه،والا صار م ھدنا علی حساب مصلحة الوظیفة''امیر کے لئے جن باتون کا خیال رکھنا ضروری ہے ان میں سے ایک اپنے ماتحت حکام کا خیال رکھنا بھی ہے یعنی ان کو برقرار رکھنا، ان کی حمایت کرنا اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ماتحت لوگ اپنے کام کا انجام دینے میں بے وفا ثابت ہونگے۔''حق الوزیر علی الملک أن لا یسمع کلام الوُشاة والمعترضین،فائه مقصود محسود،والحسود لا یبقیٰ ولا یذر،بل یجب أن یعرض له بما بلغه عنه مما یکرھه أولا یستصوئه،فان کان صحیحاً اعتذئه ولم یعده،وان کا کذبا وتموی ھا،برھن علی نفسه لیزول الشک فیه''بادشاہ پر وزیر کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنے وزیر کے خلاف معترضین کی باتوں پر کان نہ دھرے کیوں کہ زیادہ لوگ وزیر کے ساتھ حسد رکھتے ہیں اور اپنے اپنی حالت پر برقرار رکھنا پسند نہیں کرتے۔بلکہ بادشاہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے وزیر سے مناسب استفسار کرے۔اعتراض درست ثابت ہونے کی صورت میں اس کی نامعقول ونامشروع معذرت بھی تسلیم نہ کرے اور اعتراض غلط ثابت ہوا

تو بادشاہ کو چاہئے کہ وہ وزیر کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ رکھے۔سفارش کی بنیاد پر نااہل شخص کو مقرر نہیں کیا جائے گا:ماہر سیاست امام ماوردیؒ نے لکھا ہے کہ"ليحذر الملک تولية أحد بشفاعة شفيع،أو لرعاية حرمة،اِذا لم يكن مضطلعاً بثقل ما ولى،ولا ناهضاً بعبء مااستكفى،فيختل العمل لعجز عامله،ويفتضح العامل بانتشار عمله،فيصير الحزم بهما مضاعاً،والهوى فيهما مطاعاً،وليقض حقوق الحرمة بأمواله فى معونتهم و تقريبهم،ومنزلتهم،ففئ هما حفاظ وأجزاء،وقد سلمت أعماله من خلل العجز،وضياع التقصير،قال بعض الحكماء:مَن قلد لذى الرعاية ندم،ومن قلد لذى الكفاية سلم" حاکمِ وقت کو اس سے بچنا چاہیے کہ سفارش والوں کی سفارش سے یا ان کے احترام کا لحاظ کر کے نااہل شخص کو مقرر کرے۔جب نااہل شخص سپرد شدہ منصب کو برداشت نہ کر سکے اور نہ اس پر فرض(ڈیوٹی)کو ادا کر سکے جس کا اس سے مطالبہ ہوتا ہے،تو کام میں کمزوری کی وجہ سے خلل واقع ہو گا اور حاکم اپنے کام کے خراب ہونے کی وجہ سے شرمندہ ہو جائے گا،تو ان دونوں اسباب کی وجہ سے اقدام کرنا ضائع ہو جائے گا اور خواہشاتِ نفسانی کا اتباع کیا جائے گا۔حافظ ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں:"اِن من اهم الاسباب التى تجعل الى الامر يولى غير الكفء طعمه فى معاوضته له أو اِ عانته اياه على مالا يعنيه عليه الكفء الامين وانه اِنما يعفل ذلک قصد العلو فى الارض الذى لا يحصل عليه اِلا اِذا أعانة عليه من يوليهم و غير أكفاء وانه على الرغم من القصده العلو فى الارض يخضع لمن يوليهم ليعينوه حتىٰ يصير وهو الرئيس مستعبداً لهم"یقیناً ان اسباب میں سے جو حاکم وقت کو اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ بے صلاحیت شخص کو منصب دے،ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہی طمع رکھتا ہے کہ یہ شخص میرے ساتھ ان ناجائز کاموں کے انجام دینے میں تعاون کرے گا کہ جن میں باصلاحیت،امین اور اہل شخص تعاون نہیں کرتا حالانکہ اس حاکم کا مقصد زمین میں تکبر اور بڑائی کرنا ہے،اور یہ تکبر ان اشخاص کے مقرر کرنے سے اس کو حاصل ہو گا جو بے صلاحیت ہو۔اور حاکم ان اشخاص کی طرف اس غرض سے مائل ہو گا کہ وہ اس کے ساتھ مدد کریں۔یہاں تک کہ وہ رئیس بن جائے اور ان کو اپنے خادم بنائے۔

سیاست اور رعب رکھنا:

ادارے کے سربراہ کو صاحب سیاست و صاحب رعب ہونا چاہیے اور زیادہ ہنسی و مذاق سے گریز کرنا چاہیے۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔"الامن اِنما يكون من سياسة السلطان،فيجب على السلطان أن يعمل بالسياسة،وأن يكونَ مع السياسة عادلاً،لان السلطان خليفة الله،ويجب أن تكونئ هيبته بحيث اِذا رأته الرعية خافوا ولو كانوا بعيدا" امن بادشاہ کی سیاست سے قائم ہوتا ہے لہذا بادشاہ کے لئے سیاست کے تحت عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے

ساتھ عادل بھی ہو کیوں کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور واجب ہے ک بادشاہ اور حاکم میں ایسی ہیبت و رعب ہو جس کو دیکھ کر رعایا پر رعب طاری ہو جائے اگرچہ وہ بادشاہ سے دور بھی رہتے ہو۔"علامہ منصور ثعالبیؒ فرماتے ہیں:"ینبغی للملک أن لا یخلو بابه و دھلیزة وماحوالی داره من حراس بالاسلحة الشاکة یتناوبون حراستة لیلاً و نھاراً"بادشاہ کے لئے مناسب ہے کہ اس کے دروازے، صحن اور رہائش گاہ پر ایسے محافظ موجود ہو کہ جن کے پاس بارعب اسلحہ ہو اور اس کی حفاظت نمبر وار طریقے پر دن رات کریں۔

مستقل مزاجی رکھنا:

ادارے کے سربراہ صاحبِ رائے ہو گا، غور و خوض کے بعد صحیح فیصلہ کرنے کا ملکہ رکھتا ہو گا اور اپنے فیصلے میں متردد نہیں ہو گا۔فیصلہ میں تردد کرنا بہت سے اجتماعی نقصانات کا باعث ہے۔مدائنی فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو کسی علاقے کے بادشاہ کی اچھی سیاست کی اطلاع ملی تو اس بادشاہ کو ایک مراسلہ بھیجا اور اس کی اس علمیت کے متعلق پوچھا جس کی بناء پر وہ بادشاہ بنا تھا۔اس بادشاہ نے جواباً تحریر کیا:"لم أھزل أمر و ولا نھی ولا وعد ولا وعید،واستکفیت أھل الکفایة،وأثبت علی الغناء لا علی الھوی،و أودعت القلوب ھیبةً لم یشنھامقت،وودّا لم یشبه کذب،وعممت بالقوت،ومنعت الفضل"وہ علمیت اور حکمتِ عملی کہ جس کی بدولت میں یہاں تک آپہنچا ہوں، یہ ہے کہ میں نے جس کسی کو حکم دیا یا کسی کام سے روکا یا کسی سے معاوضے کا وعدہ کیا یا کسی کو ڈانٹا تو اسے مذاق نہیں سمجھا(بلکہ اس پر عمل کرنے میں تیزی اور عمدگی کو مدِّ نظر رکھا) اور میں تونگری کے ساتھ مستقل مزاج بنا ہوں نہ کہ خواہشاتِ نفسانی کے ساتھ۔اور لوگوں کے دلوں کو ایسا مرعوب کیا کہ اس کے ساتھ بغض و عناد کو خلط نہیں کیا اور لوگوں کے دلوں کو ایسا مانوس کر دیا کہ اس میں جھوٹ یا فریب کو نہیں ملا اور ساری مخلوق پر کفایت شعاری سے خرچ کیا اور دوسروں پر ترجیح دینے سے انکار کیا۔

رازوں کی حفاظت:

ادارے کا سربراہ اور حاکم راز دار ہو گا اور رازوں کو پوشیدہ رکھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔لیکن اجتماعی خدمت کرنے والوں کے لیے بہت ہی اہم ہے اور کامیابی کا زینہ ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ"استعینوا علی اِ نجاح الحوائج بالکتمان لھا فان کل ذی نعمة محسود"تم اپنے حوائج کی تکمیل کے لیے رازداری کو ملحوظ رکھ کر تعاون مانگو کیونکہ ہر نعمت والے کے ساتھ حسد کیا جاتا ہے۔علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ" اعلم! أن کتمان الاسرار أقوی أسباب النجاح و أدوم لاحوال الصلاح"سراج الملوک میں ہے کہ"أن کتمان الاسرار یدل علی

جواهر الرجال كما أنه لا خير فى آنية لا تمسک ما فيها فلا خير فى اِنسان لا يمسک سره" حقیقت میں حفاظتِ راز انسانوں کے کمالات پر دلالت کرتی ہے اور جیسے اس برتن میں کوئی بھلائی نہیں جس میں کوئی چیز محفوظ نہیں رہ سکتی، بعینہ اس انسان میں کوئی بھلائی نہیں جو اپنے راز کو چھپا نہیں سکتا۔

مجرم کو سزا دینے میں تاخیر اور تحقیق سے کام لینا:

ادارے کا سربراہ مجرم کو سزا دینے میں جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ مصلحتاً تاخیر سے کام لے، تاکہ مکمل غور وخوض اور مستقل تدبر کے ساتھ حسبِ جرم شریعت کے مطابق سزا دے سکے۔ الترغیب والترھیب میں ہے کہ "أن الأناة أحمد أو صاف الملک،وأکمل أخلاقه،وعلامة توفيقه لأنه يتعلق بها صواب الرأى فى التدبير،واتضاح الأمور فى السياسة،ولا يقترن بها زللا،ولا يعقبها ولا فشل" سزا میں تاخیر کرنا بادشاہ نیک صفات اور اخلاقِ کاملہ میں سے ہے اور اس کو توفیق ملنے کی علامت ہے اس لیے کہ اس سے تدبیر میں رائے کی درستگی اور سیاسی امور کی وضاحت ہے اور اس کے ساتھ لغزش باقی نہیں رہتی۔ اور نہ اس کے بعد پشیمانی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے کہ "التأنى من الله،والعجلة من الشيطن" سزا میں تاخیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور سزا میں جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ علامہ ارمویؒ فرماتے ہیں کہ "أحوج الناس اِلى الأناة والثبت الملوک والحكام" عام لوگوں کی بنسبت بادشاہوں کو صبر متحمل اور برداشت کی زیادہ ضرورت ہے۔

خلاصہ کلام

قرآن وسنت اور فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ اسلام نے واضح طور پر ایک صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور اسلامی حکومت کے قیام کو انسانی تقدس اور عظمت کی بحالی کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ ساتھ ساتھ حاکم ومحکوم کو اپنے فرائضِ منصبی کا بھی احساس دلایا ہے کہ ان دونوں کی باہمی کوششوں سے ہی یہ شجر ثمر آور بن سکتا ہے۔

۲۔ اسلامی ریاست وحکومت کی تشکیل کے لیے کوشاں عام مسلمانوں، دینی سیاست کے رہنماؤں اور اسلامی ممالک کے حکمرانوں کے لیے مذکورہ اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔

۳۔ خلفائے راشدین رسول اللہ ﷺ کے طرزِ سیاست وحکومت اور حاکمِ وقت کے اوصاف کو اتنی وسعت دی، قیامت تک کے لوگوں کے لیے سیاست اور حکومت کا ایسا نقشہ چھوڑا کہ ابھی تک دنیا اس کو پیش کرنے سے عاجز ہے۔

۴۔اسلام کا ایک فریم ورک موجود ہے سیاسیات، اقتصادیات، معاشی مسائل، امورِ مملکت، فرد کے انفرادی مسائل اور اجتماعی و معاشرتی مسائل الغرض زندگی کے ہر میدان میں اسلام ہمیں رہنما اصول فراہم کرتا ہے کہ جن کی رشنی میں ہم اپنی زندگی بہترین انداز میں گزار سکتے ہیں۔

یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اسلام کے بنیادی قوانین کی حفاظت، دستوری و اساسی بنیادوں پر اسلامی قوانین کی نمائندگی اور اس کی محافظت، ریاست کے اندر امن و امان کا قیام، عدل و انصاف کا استحکام ریاست کے سربراہ کے فرائضِ منصبی میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ ریاست کے سربراہ پر یہ بھی لازم ہے کہ ریاست میں اپنی رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفیل ہو، جس کے زیرِ سایہ رعیت کا ہر شخص سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہو۔ امیر وقت کے دل میں رعیت سے ہمدردی و محبت ہو، ملکی ضروریات میں وہ عقل و تدبر اور عاقبت اندیشی سے کام لیتا ہو، مظلوم کو ظالم سے نجات حاصل ہو۔ مملکت میں بداخلاقی و بے حیائی کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مؤثر تدابیر ہوں۔ الغرض شائستہ سیرت ہو، ملک کا خیر خواہ ہو، مملکت کو ہر طرح بامِ عروج تک پہنچانے کی اہلیت رکھتا ہو، خوش کردار و خوش گفتار ہو، مملکت کو ہر خطرے سے محفوظ رکھنے کا ذمہ دار ہو، عاقل، مدبر اور دور اندیش ہو، بردبار و حلیم ہو۔

حوالہ جات:

1۔امام ماوردیؒ، ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، 1357ھ مکتبہ مصطفیٰ الحلبی، ص:130

Imam Mawardi, Abu Yala, Al-Ahkam Al-Sultaniyyah, 1357 AH Maktaba Mustafa Al-Halbi, p. 130

2۔شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، قومی کتب خانہ لاہور پاکستان، 2003، 1404، ج۱، ص۳۵، باب سیر الملوک

Shah Waliullah, Hajjatullah al-Baliga, Qaumi Kutab Khana, Lahore, Pakistan. 2003.1404.J1.pg.35, Chapter Sir Al-Muluk

3۔الشیرازی، عبد الرحمٰن بن نصر بن عبد اللہ، المنہج المسلوک فی السیاسۃ الملوک، مکتبہ النہار، الزرقاء، ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۷م ، ص:۲۴۰

Al-Shirazi, Abd al-Rahman bin Nasr bin Abdullah, Al-Manhaj al-Masluq fi al-Siyasat al-Muluk, Maktaba al-Nahar, Al-Zarqa, 1408 AH 1987 AD, pg. 240

4۔النساء، آیت ۱۴۱

Al-Nisa verse 141

5۔ابنِ کثیر

Ibn Kathir

6۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، دار الکتب العلمیہ بیروت (س ن) ص ۱۲۵۵

Sahih Muslim, p. 1255, Imam Muslim, Dar Al Kotob Al-Ilmiyah, Beirut (S.N.)

7۔ محمد ابراہیم البنّاء، دار ابنِ حزم، ۱۹۹۸، ۱۴۱۹م، ج ۲، ص ۷۸۹

Muhammad Ibrahim al-Banna, Dar Ibn-e-Hazm, 1419, 1998 AD, vol. 2, p. 789

8۔ تھذیب الریاسۃ و ترتیب السیاسۃ، للقلعی، مکتبۃ المنار، الاردن، ص ۱۱۹

Thazeeb al-Riyasat wa terteb alsiyasah Al-Qala'i, Maktab al-Manar, al urdun, p. 119.

9۔ ابو حامد، امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد، نصیحۃ الملوک، مجلسِ دار طہران، ۱۳۱۷ھ ص ۱۴۶

Abu Hamid, Imam M. Hijjat al-Islam Muhammad bin Muhammad, Nasih al-Muluk, Majlis-e-Dar Tehran, 1317 AH, p. 146

10۔ کتاب الخراج، ابو یوسف یوصی الخلیفۃ، ص: ۳۲

Kitab al-Kharaj Abu Yusuf Yusi al Khalifa, p. 32

11۔ غیاث الامم فی التیاث الظلم، علامہ عبد اللہ الجوینی، ۱۴۰۰ھ مکتبہ امام الحرمین، ص: ۱۱۶

Ghiyas al-Ummum fi al-Tiyas al-Zulm, Allama Abdullah al-Jawini, 1400 AH Maltaba Imam al-Haramain, p. 116

12۔ الفخری اصولِ ریاست اور تاریخ ملوک، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور پاکستان، 1992ء ص ۲۷

Al-Fakhri Principles of State and Tarikh Malik, Institute of Islamic Culture, Lahore, Pakistan, 1992, p. 27

13۔ المنہج المسلوک ص ۲۴۰

Al-Manhaj al-Masluq p. 240

14۔ تسھیل النظر و تعجیل الظفر ص ۱۴۸

Tashil al-Nazar and Tazeel al-Dhafar p. 148

15۔ الشیزاری، علامہ عبد الرحمٰن بن نصر بن عبد اللہ، المنہاج المسلوق فی سیاست الملوک، مکتبہ انہار، الزرقا، 1408ھ 1987ء، ص۔240

Al-Shaizari, Allama Abd al-Rahman bin Nasr bin Abdullah, Al-Manhaj al-Masluq fi Siyasat al-Muluk, Muktaba Anhar, Al-Zarqa, 1408 AH 1987 AD, p. 240

16۔ دار النہضۃ العربیۃ بیروت، ۱۹۸۱ء ابو الحسن علی بن محمد حبیب البصری الماوردی

Dar al-Nahda al-Arabiya Beirut, 1981 Abu al-Hasan Ali bin Muhammad Habib al-Basri al-Mawardi

17۔ حافظ ابنِ حجرؒ، فتح الباری، دارِ طیبہ، ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶م ج ۷، ص ۱۱۸

Hafiz Ibn-e-Hajar, Fath al-Bari, Dar-i-Taiba, 1427 AH 2006, vol.7, p.11

18۔ الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء، امام ابو نعیم، دار الحدیث القاہرۃ، ۱۹۸۸ء ج ۱، ص ۳۰۵

Al-Asbahani, Haliyat al-Awliya, Imam Abu Naeem, Dar al-Hadith Al-Qaira, 1988,

vol. 1, p.

19۔ مجموع الفتاویٰ، محمد عبد الحیی فرنگی، یوہفی پریس فرنگی لکھنو (س ن) ج ۲۸ ص ۲۶۸ فصل القسم الثانی من الامانات الاموال

Majmou Al-Fatawa, Muhammad Abd al-Hayy Ferengi, Yohfi Press Ferengi, Lucknow (S.N.), Vol.28p268 fas alqisum alsani min almanat al amwal.

20۔ رضی، سید شریف، نہج البلاغۃ، مکتبۃ امامیہ پبلکشیز گنبت روڈ لاہور، ۱۹۸۲، ص ۲۶۸

Razi, Syed Sharif, Nahj-ul-Balagha, Maktab-e-Imiya Publications, Gunbat Road, Lahore, 1982, p.